ڈاکٹر عبدالستار ملک
سینیئر سبجیکٹ سپیشلسٹ اردو
گورنمنٹ بوائز ہائر سیکنڈری سکول اٹک شہر

اردو سماعت اور تکلم کی تدریس

The ultimate objective of teaching a language is that learners should be capable to listen ,speak ,read and write the target language effectively and apply it easily in their daily life. This article addresses the basic issues and problems regarding the teaching of two basic skills listening and speaking of Urdu language, from beginner to elementary level. The researcher has tried to cover all the necessary dimensions in the light of available literature and material on the topic and on the basis of his own knowledge and experience .

تدریسِ زبان کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ طالب علم سننے، بولنے، پڑھنے اور لکھنے میں مہارت حاصل کر سکے۔ کیونکہ یہی وہ بنیادیں ہیں جن پر زبان اور زبان دانی کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ اس لیے ابتدائی مدارس میں اُردو کی تعلیم وتدریس اس طرح ہو کہ بچوں کو اچھی طرح سننا، بولنا، پڑھنا اور لکھنا آجائے۔ وہ مدرسے میں سیکھی ہوئی لسانی مہارتوں کو روزمرہ زندگی میں باآسانی استعمال کر سکیں اور اپنا مدعا بخوبی ادا کر سکیں۔ پاکستان میں تدریس اردو کا طریقہ زندہ زبانوں کے پڑھانے سے مختلف ہے۔ صرف بچے کے ہاتھ قاعدہ تھما دیا جاتا ہے اور حرف شناسی، لفظ شناسی اور عبارت خوانی پر سارا زور صرف کر دیا جاتا ہے۔ عبارت فہمی پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے ۔ زبان میں سننا، بولنا، پڑھنا ،لکھنا چاروں بنیادی اہمیت کی لسانی مہارتیں ہیں۔ سکول میں صرف پڑھنے اور لکھنے پر زور دیا جاتا ہے۔ نتیجتاً طالب علم سن کر سمجھنے اور بولنے کے قابل نہیں ہوتا۔ یہ طریقہ مردہ زبانوں، سنسکرت اور لاطینی کے لیے تو مناسب ہوسکتا ہے،لیکن ایک زندہ زبان کے لیے ، ہرگز موزوں نہیں ہوسکتا، جو لوگوں کی زندگیوں میں دخیل اور اُن کی عملی ضرورت ہے۔ بچے کو اُردو پڑھانے کے بنیادی مقاصد یہ ہیں۔

۱۔ اُردو سن کر وہ اِس کا مطلب سمجھ سکے۔
۲۔ اُردو بول کر اپنی بات دوسروں تک پہنچا سکے۔
۳۔ اُردو کی تحریر پڑھ کر دوسروں کا مافی الضمیر سمجھ سکے۔
۴۔ اُردو لکھ کر اپنا پیغام دوسروں تک پہنچا سکے۔

اِس لیے معلم کو چاہیے کہ وہ اِن ساری مہارتوں کو مربوط کرے اور اِن میں توازن وتناسب پیدا کرے۔ ماہرینِ لسانیات اِس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ کسی زبان پر عبور حاصل کرنے کی خاطر اس کا علم اور مہارت دونوں ضروری ہیں۔ اگرچہ کسی زبان میں عبور کے لیے ذخیرۂ الفاظ اور ایک مناسب حد تک قواعد کا جاننا ضروری ہے لیکن اِس علم کے ساتھ مہارت اور مشق کی بھی ضرورت ہے ۔مثلاً ایک شخص ڈرائیونگ کے سارے اصول وقوانین از بر کر لے لیکن جب تک وہ اِن اصولوں کا اطلاق نہیں کرے گا ،سارے اصول بے کار ہیں۔ ہمارے ہاں عموماً علم کو ترجیح دی جاتی ہے ۔اصول سکھائے جاتے ہیں لیکن اِن اصولوں کے اطلاق کے لیے بہت کم مشق کرائی جاتی ہے ۔ ایک زبان کی بہترین تعلیم کے لیے علم (اصول

)اور اطلاق (مہارت) میں توازن ضروری ہے ۔

طلبہ کی عمر، لسانی اور ثقافتی پس منظر، ذہنی اہلیت اور مقاصد ایک زبان کی تدریس میں اہم ہیں ۔اگر چہ زبان سیکھنے کا عمل پیدائش سے شروع ہوجاتا ہے ۔تاہم رسمی تعلیم کے لحاظ سے چار سال سے آٹھ سال کی عمر ایک زبان سیکھنے کے لیے بہترین تصور کی جاتی ہے۔ اس مرحلے پر نقل اور قبولیت کی صلاحیتیں عروج پر ہوتی ہیں ۔چونکہ اِس سطح پر لسانی عادات پختہ نہیں ہوتیں اور اعضائے تکلم میں لچک ہوتی ہے ۔اِس لیے ایک بچہ ثانوی زبان بہت جلد سیکھ لیتا ہے۔

لسانی مہارتوں کا مسئلہ چونکہ ابتدائی درجے کی کلاسوں میں ہے۔ اس لیے سرگرمیوں میں ایسا تنوع ہو کہ بچے اکتاہٹ کا شکار نہ ہوں۔ لسانی مہارتوں کو امتحان اور جائزے میں شامل کرنا چاہیے۔

تجمل حسین شاہ نے ثانوی سطح پر انگریزی کی تدریس کے لیے پیمانہ تیار کیا ہے۔جس میں انھوں نے لسانی مہارتوں کے لیے نمبروں کی تقسیم کچھ اِس طرح کی ہے ۔سماعت ۱۵٪، تکلم ۲۰٪، خواندگی ۲۰٪ تحریر ۲۵٪ اور گرامر ۲۰٪۔[۱]

الف۔سماعت (سننا اور سمجھنا) کی تدریس:

سماعت کا مطلب ہے بولنے والے کے تمام الفاظ کو سننا اور اِن سے اِس پیغام کو سمجھنا جو بولنے والا دینا چاہتا ہے۔انگریزی میں اس کے لیے Listening کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔یہ پیغام صوتی، اشتقاقی اور نحوی اشاروں سے عبارت ہوتا ہے۔ یعنی سماعت، آواز، معنی اور جملے کی ساخت کی ترکیب سے تشکیل پانے والے پیغام کی تفہیم کا نام ہے ۔سننا ایک پیچیدہ عمل ہے۔جس کے لیے باقاعدہ تربیت کی ضرورت ہے ۔سماعت کا تقاضا ہے کہ اِس طرح غور سے سنا جائے کہ الفاظ کے معانی ومفاہیم پوری طرح سمجھ میں آئیں اور ردِعمل میں موزوں اور واضح الفاظ کے ساتھ ردِعمل ظاہر کیا جائے ۔

الفاظ کا لہجہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً ایک لفظ کو مختلف انداز میں بولا جاتا ہے اور ہر جملے میں الگ طور پر ادا کیا جاتا ہے۔اِسی طرح موقع اور حالات کے مطابق کسی جملے کے ایک لفظ یا حصے پر زیادہ زور دینا پڑتا ہے اور کسی پر کم، کسی کو طویل کرنا پڑتا ہے اور کسی کو مختصر۔ یہاں معلم کو زبان کے صوتی نظام مثلاً توقف، زور، تاکید، لب ولہجہ اور آواز کی بلندی وغیرہ کی وضاحت کرنی چاہیے۔ ان کا فہم بھی متکلم اور مقرر کے مفہوم کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ضروری ہے ۔ایک سامع کو مقرر یا متکلم کے لب ولہجہ، اُس کی آواز کے زیر و بم، اُتار چڑھاؤ، اعضائی اشاروں اور اندازِ گفتگو سے مطلب اَخذ کرنا ہوتا ہے۔اِس لیے اچھی سماعت کی خاطر اِن تمام عوامل میں تربیت اور رہنمائی کی ضرورت ہے ۔ چونکہ ہمارے تدریسی نظام میں سماعت پر بالکل توجہ نہیں دی جاتی۔ اِس لیے ہم مجموعی طور پر اِس مہارت میں کمزور ہیں۔

ایک سامع کو متکلم کا پیغام سمجھنے کے لیے ہمہ وقت چوکس رہنا پڑتا ہے۔سماعت کے لیے دو بنیادی عناصر کی تفہیم بہت ضروری ہے ۔اول سامع زبان کے صوتی نظام سے واقف ہو، کیونکہ جب ہم کہتے ہیں کہ ہم زبان کا ایک جملہ سمجھ رہے ہیں تو اِس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم زبان کے صوتیاتی اور گرامر کے نظام کو شناخت کررہے ہیں۔ دوم متکلم کے موضوع سے واقف ہو، کیونکہ موضوع کی وجہ سے بھی اُسے بہت سے اشارے مل جاتے ہیں۔

زبان کی مہارت کے طور پر سماعت ایک خاص مفہوم رکھتی ہے ۔یہ محض آوازوں کو قبول کرنا نہیں بلکہ ایک پیچیدہ ذہنی عمل ہے ۔اِس کے تین درجے ہیں۔ پہلے درجے میں کوئی فرد محض آواز سنتا ہے اور اِس سے سرسری سی معلومات اَخذ کرتا ہے ۔مثلاً سن کے یہ کہنا کہ کوئی باتیں کررہا ہے ۔دوسرے درجے میں غور سے سننا ہے کہ کس موضوع پر کون سی باتیں

ہو رہی ہیں۔تیسرا درجہ یہ ہے کہ آپ سننے کے بعد اِس پر تنقید کرسکیں ۔اِس میں سماعت کے دوران پورے پیغام کا نچوڑ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ یہ سماعت کا بلند ترین درجہ ہے اور یہی ہماری تدریس کا مقصود ہے۔

قوتِ سماعت قدرت کا انمول عطیہ ہے ۔سماعت کا عمل شیر خوارگی سے شروع ہوتا ہے۔ بچہ پہلے ماں کی لوریاں ، گیت، جانوروں اور کھلونوں کی آوازیں سنتا ہے، جب تھوڑا بڑا ہوتا ہے تو دادی اَماں کی کہانیاں سننے کو ملتی ہیں۔

کسی بھی زبان میں سیکھنے کا عمل سننے سے شروع ہوتا ہے ۔زبان دانی میں سننا پہلی سیڑھی ہے۔ بچہ جو کچھ سنتا ہے، اُسے دہراتا ہے۔یہ عمل کان سے آنکھ اور پھر آنکھ سے ہاتھ تک منتقل ہوتا ہے۔یہ ہر زبان سیکھنے اور سکھانے کے لیے فطری ترتیب ہے اور اِسی کے مطابق بچے اپنی مادری زبان سیکھتے ہیں ۔سکول اور کمرۂ جماعت میں بھی یہی ترتیب ملحوظِ خاطر رہنی چاہیے اور اساتذہ کمرۂ جماعت میں وہی زبان بولیں جس کی وہ تدریس کررہے ہیں تا کہ طلبہ کی سماعت کی مشق ہوسکے ۔

لفظوں اور آوازوں کو معانی پہنانا ،لب ولہجہ کی نرمی اور تلخی میں امتیاز کرکے اِس پر ردِعمل کا اظہار کرنا ، سننے کی بدولت ہی ممکن ہے ۔سننے سے ہی ذخیرۂ الفاظ ،تلفظ، لہجہ اور جملوں کی ساخت سے آگاہی ہوتی ہے ۔سننے سے بولنے کا گہرا تعلق ہے۔سکول کے تعلیمی پروگرام میں سماعت کی باقاعدہ تربیت پر خاص توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ اِس کی بنیاد پر دوسری لسانی مہارتیں سکھائی جاتی ہیں۔ اِس کے لیے بچے میں یہ قابلیت پیدا کرنا مقصود ہے کہ وہ زیادہ دیر تک توجہ مبذول رکھ سکے ۔سکول میں بولنے اور سننے کی مہارتوں میں توازن ہونا چاہیے۔تحقیقات بتاتی ہیں کہ زبانی ابلاغ میں جتنا وقت صرف ہوتا ہے وہ پڑھنے کے وقت سے تقریباً تین گنا اور لکھنے کے وقت سے چار گنا زیادہ ہوتا ہے ۔بچے اپنی معلومات کا بہت بڑا حصہ صرف سننے سے حاصل کرتے ہیں۔ اِس لیے سماعت کی تربیت ضروری ہے۔

ہمارے نظام میں زیادہ توجہ پڑھنے اور لکھنے پر دی جاتی ہے۔ بولنے پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے اور سماعت کی تربیت کو تو بالکل نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ایک اچھا سامع ہی ایک اچھا متکلم ثابت ہوتا ہے۔اِس مہارت کو نظر انداز کرنے کا نقصان یہ ہے کہ ہم بہت کچھ پڑھنے لکھنے کے باوجود ایک معیاری لہجے اور قدرتی رفتار سے زبان نہیں بول سکتے ۔اگر ہم روزانہ کی بنیاد پر کمرۂ جماعت میں سماعت کی تربیت کے لیے مختصر سا وقت مختص کردیں تو اِس کے بہت اچھے نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔ زبان چار مہارتوں کا مجموعہ ہے اور ایک زبان میں اچھی قابلیت پیدا کرنے کے لیے اِن چاروں مہارتوں پر عبور ہونا ضروری ہے ۔یہ چاروں مہارتیں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں ۔اگر ایک مہارت میں کمزوری رہ جائے تو وہ دوسری مہارتوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔چونکہ سماعت سب سے ابتدائی مہارت ہے، اس لیے اِس میں کمزوری باقی لسانی مہارتوں میں بھی کمزوری کا باعث بنتی ہے ۔

سماعت کی اہمیت کو تو آج تک سمجھا ہی نہیں گیا۔ اساتذہ بھی نہیں جانتے کہ سماعت کے عمل کو کیسے تدریسی عمل کے ساتھ مربوط کیا جائے ؟درسی کتابوں میں بھی اِس لحاظ سے اکثر کوئی رہنمائی یا اشارہ موجود نہیں ہوتا بلکہ نصاب میں تو سماعت کا تذکرہ ہی شجرِ ممنوعہ ہے ۔تربیتِ سماعت کا مقصود یہ ہے کہ:

۱۔ بچہ آوازوں کو گہری توجہ سے سنے اور سن کر دہرائے۔
۲۔ مشابہ آوازوں میں تمیز کرے۔
۳۔ گفتگو یا کلام کا تجزیہ کرے۔
۴۔ لہجے سے احساسات کا تجزیہ کرے ۔

۵۔ واقعہ، کہانی یا لطیفہ سن کر دہرائے اور نظم سن کر پسندیدہ شعر دہرائے۔

۶۔ خیالات کے ربط و تسلسل کا شعور رکھتا ہو۔ چند باتیں سن کر اُن کی ترتیب کو یاد رکھے۔

۷۔ زبانی دی ہوئی ہدایات اور احکام کو سن کر سمجھ لے اور اِن پر عمل کرے۔

۸۔ صحیح پیغام رسانی کرے۔

ایک معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام عوامل جو سماعت کو متاثر کرتے ہیں اُن کا تدارک کرے اور جو اسے معانی خیز بناتے ہیں اُن کا اہتمام کرے۔

معیاری سماعت کے لوازمات اور شرائط:

۱۔ سماعت کے لیے پہلی چیز کانوں کا صحت مند ہونا ہے۔ سماعت میں اگر عضوی نقص ہے تو علاج کے ذریعے اصلاح کی کوشش کی جائے۔

۲۔ سماعت کے لیے توجہ بھی بہت ضروری ہے۔ طلبہ کو تربیت دی جائے کہ وہ توجہ سے سنیں، آوازوں کا فرق سمجھیں، لہجے اور جملوں کو معانی پہنائیں اور بات پر ردِعمل کا اظہار کریں۔ توجہ حاصل کرنے کے لیے ہلکے پھلکے سوالات کے ذریعے طلبہ کو شریکِ سبق کیا جاسکتا ہے۔ اِسی طرح مکالماتی انداز میں طلبہ کو شریکِ درس کرنا یا گروپوں میں تقسیم کرکے کوئی سرگرمی کرانا وغیرہ توجہ حاصل کرنے کے طریقے ہیں۔

۳۔ قطعِ کلام نہ کرے۔ ہمہ تن گوش ہو۔ مناسب رفتار کے ساتھ تقریر کا ساتھ دے۔ بات سمجھنے میں ذہنی الجھن محسوس نہ کرے۔ ایک بار بات سن کر سمجھنے کی کوشش کرے۔

۴۔ ماحول بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر کمرۂ جماعت یا مدرسے کا ماحول پُرسکون ہو تو زیادہ بہتر سماعت ہوسکتی ہے۔ زبان میں مہارت وراثت کی نہیں، ماحول کی دین ہے۔ کیونکہ زبان کا سیکھنا اکتساب کا عمل ہے۔ بچے والدین کی نقل کرکے اُن کی زبان سیکھتے ہیں۔

۵۔ متکلم کا اندازِ گفتگو بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ طویل اور بے معنی گفتگو اکتاہٹ کا باعث بنتی ہے۔

۶۔ موضوع بھی اہم ہے۔ موضوع اگر دلچسپ ہوگا تو بچے زیادہ دلچسپی سے سنیں گے۔ خشک موضوع پر بچے زیادہ توجہ نہیں دیتے۔ اِس لیے ضروری ہے کہ موضوع بچوں کی دلچسپی اور اُن کے طبعی میلان کے مطابق ہو۔

۷۔ سماعت کا مقصد اگر واضح ہو تو سننے والا فوراً اِس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ طلبہ کو معلوم ہو کہ وہ اِس موضوع کو کیوں سن رہے ہیں؟ اور اِس کا کیا فائدہ ہوگا؟ اِس سے طلبہ کی توجہ اور دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ اِس لیے ضروری ہے کہ طلبہ پر سماعت کی اہمیت اور مقاصد واضح ہوں۔

سماعت کی اقسام:

سرسری سماعت (Extensive Listening):

اِس طرح کی سماعت میں سرسری توجہ درکار ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر جس طرح ہم لطائف سنتے ہیں، ریڈیو کے ڈرامے، فلمیں اور سٹیج ڈرامے وغیرہ سنتے دیکھتے ہیں۔

گہری سماعت Intensive Listening:

اِس طرح کی سماعت میں طلبہ کے لیے زبان کا ایک نمونہ مہیا کیا جاتا ہے۔ طلبہ پوری توجہ سے سنتے ہیں اور مدرس کی

طرف سے دیے گئے مخصوص کام کو بجالاتے ہیں۔ مثلاً سوالات کے جواب دینا یا تحریری ردِعمل کا اظہار کرنا۔

سماعت کے سبق میں چند احتیاطوں کا خیال رکھنا چاہیے:

۱۔ سماعت کی تدریس کے اسباق کے اہداف اور مقاصد واضح ہوں۔ جو بہت احتیاط اور منصوبہ بندی سے متعین کیے گئے ہوں۔

۲۔ سماعت کے اسباق درجہ بدرجہ تشکیل دیے گئے ہوں۔

۳۔ ہدایات واضح ہوں کہ سبق کس قسم کا ہے اور طلبہ کو کیا سننا ہے اور کیسے سننا ہے؟

۴۔ سبق کی تشکیل اِس طرح کی ہو کہ اِس میں طلبہ کی سرگرم شرکت کو یقینی بنایا جائے۔ مثلاً تحریری جواب نامہ تیار کیا جائے اور طلبہ کو فوری فیڈ بیک دی جائے۔ اِس سے طلبہ کی دلچسپی اور کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اِس کے لیے بہتر ہے کہ سماعت کا سبق شروع ہونے سے پہلے تحریری مواد طلبہ کو دے دیا جائے۔

۵۔ سماعت کے اسباق مسلسل یادداشت کے کام پر زور دیں کیونکہ سماعت کسی بات کو قبول کرنے اور اُسے یاد رکھنے کا نام ہے۔

سماعت کے سبق کو تین مراحل میں تقسیم کر سکتے ہیں:

قبل از سماعت:

اِس مرحلے پر مدرس نے طلبہ کو ذہنی طور پر تیار کرنا ہے اور ترغیب و تحریک دینی ہے اور اُنھیں یہ بتانا ہے کہ اُن سے کس قسم کی توقعات مطلوب ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ طلبہ سنائی جانے والی گفتگو، تقریر یا ادب پارے کی بہتر طور پر تفہیم کر سکیں۔ اِس مرحلے پر مدرس موضوع کے بارے میں کچھ معلومات دے سکتا ہے۔ لیکن اتنی زیادہ بھی نہیں کہ تدریس شروع کر دے۔ ایسا کرنا چیلنج اور دلچسپی کو ختم کر دیتا ہے۔ سرسری طور پر یہ بتا دیا جائے کہ وہ کیا سنیں گے۔ ایسا کرنے سے اُن کے ذہن میں ایک تصوراتی خاکہ آجاتا ہے۔ جس سے وہ سنے جانے والے متن کے بارے میں پیش گوئی کر سکتے ہیں۔

دورانِ سماعت:

ایک ریکارڈ لگانے کے ساتھ طلبہ کی مدد اور رہنمائی کے لیے معلم ایک ورک شیٹ دے سکتا ہے۔ جس میں کچھ اشارے موجود ہوں اور طلبہ انھیں سن کر ہاں یا ناں میں جواب دیں یا خالی چھوڑی گئی معلومات کو مکمل کریں۔ اعلیٰ سطح پر ایسا نہیں ہوتا اور سامعین کو رہنمائی کی ورک شیٹ دیے بغیر کہا جاتا ہے کہ اب سن کر فیصلہ کریں کہ کون سی معلومات مرکزی ہیں اور کون سی کم اہمیت کی حامل ہیں۔ ہاں طلبہ کو یہ ہدایات دی جا سکتی ہیں کہ متن کے پیغام کو کیسے سمجھنا ہے۔

بعد از سماعت:

یہ فالو اَپ Follow Up کا مرحلہ ہے۔ اِس مرحلے پر طلبہ وہ معلومات بیان کرتے یا تحریر کرتے ہیں جو انھوں نے متکلم کی گفتگو سے اَخذ کی ہوتی ہیں۔ اِس مرحلے پر استاد مختلف سوالات کر سکتا ہے۔ مثلاً تاریخوں، مقامات اور کرداروں کے نام وغیرہ کے بارے میں، مقرر کی ذات سے متعلق مثلاً کیا وہ خود اعتماد تھا یا اُس کی گفتگو میں جھول تھا؟ کیا وہ سنجیدہ تھا یا ہلکے پھلکے مزاج کی حالت میں تھا؟ کیا وہ قائل کرنے میں پوری طرح کامیاب رہا یا ناکام؟ اِس طرح کے سوالات اور بحث سے متن کی گرہیں کھلتی ہیں۔

سنے جانے والے متن میں زبان کا معیار، گرامر اور ذخیرہ الفاظ پر بھی بحث ہو سکتی ہے۔ یہاں طلبہ کو یہ بھی کام دیا جا سکتا ہے کہ وہ اِن الفاظ کی پہچان کریں جو متکلم زیادہ آسانی سے اور بار بار استعمال کرتا ہے۔ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ طلبہ اِس سبق کے نتیجہ میں کیا محسوس کرتے ہیں۔ کیا یہ اُن کا تجسس اُبھارنے اور اُن کی معلومات کی کمی کو پورا کرنے میں

کامیاب رہا ہے۔اِس مرحلے پر طلبہ کو سوالات کی اجازت دینی چاہیے تاکہ اُن کا ابہام دور ہو۔طلبہ کے سوالات سے معلم کو بھی اپنی تدریس کا کافی حد تک اندازہ ہوجاتا ہے۔

سماعت کی تدریس کی تدابیر اور طریقے:

سماعت کی تدریس کے لیے معلم مختلف اقسام کی تدابیر اور طریقے اختیار کرسکتا ہے۔مثلاً:

۱۔ سب سے پہلی بات یہ کہ سننا ایک فطری عمل ہے۔ایک بچہ اپنے والدین،عزیز واقارب سے آوازیں سن کر اُن کا مفہوم سمجھتا ہے اور اِس طرح اپنی مادری زبان پر قدرت حاصل کرلیتا ہے۔مدرس کمرۂ جماعت اور مدرسہ میں روزمرہ زندگی کا حقیقی ماحول پیدا کرکے اِس فطری عمل کی تعبیر کرسکتا ہے۔جب بچے کمرۂ جماعت اور مدرسے میں اپنے اِرد گرد اساتذہ اور ساتھیوں کو اُردو بولتے ہوئے سنیں گے تو خود بخود زبان کی تفہیم ہوتی جائے گی اور بتدریج وہ بولنے کے قابل ہوجائیں گے۔

۲۔ ایک اہم تدبیر جو چھوٹے بچوں کی سماعت کی تربیت وتفہیم کے لیے اہم ہے،وہ یہ کہ بچے موسیقیت اور ترنم کو پسند کرتے ہیں۔اُن کے فطری تقاضے کے پیشِ نظر چھوٹی جماعتوں میں بچوں کو نظمیں اور گیت یاد کرائے جاسکتے ہیں۔معلم ایسے اسباق تشکیل دے جن میں ترنم کی حامل نظمیں اور گیت شامل ہوں تو سماعت اور ذہن پر خوشگوار اثرات کی بنا پر سننے کا عمل بھی بہتر ہوسکتا ہے۔

۳۔ پیغام رسانی کا کھیل بھی کھیلا جاسکتا ہے۔اس سے بچوں میں سرگوشی کرنے اور ہلکی آواز سننے کی عادت پڑتی ہے۔اِس کا طریقہ کار یہ ہے کہ بچے خاص ترتیب سے بیٹھے ہوتے ہیں،معلم ایک طالب علم کے کان میں کوئی بات کہتا ہے،یہی بات طلبہ باری باری دوسرے ساتھیوں کے کان میں دہراتے ہیں۔اِس طرح یہ پیغام آخری طالب علم تک پہنچ جاتا ہے۔جس سے استاد پوچھتا ہے کہ اُس نے کیا سنا؟آخری طالب علم کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ طلبہ نے پیغام رسانی میں کس حد تک کوتاہی کی ہے۔بار بار کی مشق سے زیرِلب گفتگو کو سننے اور اُس پر عمل کرنے کی تربیت ہوتی ہے اور کوتاہی دور ہوجاتی ہے۔

۴۔ سماعت کی تدریس میں بہت سی معاونات سے کام لیا جاسکتا ہے۔سمعی معاونات کا مطلب ہی یہی ہے کہ وہ سماعت کی تدریس میں بہت زیادہ معاون ثابت ہوتی ہیں۔مثلاً ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر وغیرہ۔اِسی طرح بصری معاونات، ٹیلی ویژن، فلمیں، کمپیوٹر وغیرہ سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ اِس کے علاوہ تلازمی طریقے سے بھی تدریس سماعت تفہیم کے لیے ایک زیادہ پختہ کارسرگرمی بن جاتی ہے جس میں مہیج (Stimulas)اور ردِعمل(Response)کے اشتراک اور تلازم کے اطلاقی عمل سے بہتر نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔مثلاً آوازوں کے ساتھ مختلف حرکات وسکنات تشریط کرکے سننا سکھایا جاسکتا ہے۔مثلاً ایک ریکارڈ پر یہ آواز سنائی جائے کہ آدمی غصے کا اظہار کررہا ہے اور اس کے ساتھ عملی مظاہرہ ہوجائے تو سننے کے ساتھ سمجھنے کا عمل بھی پختہ تر ہوجاتا ہے۔

۶۔ اُردو کی تدریس میں حروف کی پہچان، اُن کی آوازوں کی شناخت اور امتیاز تدریسی عمل کی بنیادی جزئیات ہیں۔ملتی جلتی آوازوں کے الفاظ کے کثرت سے سنانے اور دکھانے سے ہی صوتی امتیاز ممکن ہے۔ابتدائی جماعتوں میں اِس کی مشق از حد ضروری ہے۔

۷۔ سماعت کی تربیت اور مشق کے لیے سکول میں ایک سماعت مرکز بنایا جاسکتا ہے۔جس میں ایک دو کیسٹ پلیئر، چند

ہیڈ فون، آڈیو کیسٹیں، نظموں کی کتابیں، گیت، کہانیاں، تصویریں اور پوسٹر وغیرہ رکھے جاسکتے ہیں۔

۸۔ زبان کے حقیقی استعمال کی عوامی جگہوں مثلاً بازار، ریلوے سٹیشن اور ائر پورٹ وغیرہ کی سیر بھی اس مقصد کے حصول میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

۹۔ ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے سماعت کے کھیل کرائے جاتے ہیں۔ مثلاً ریکارڈنگ سنا کر گفتگو کے بارے میں سوال پوچھنا۔ لیکن یہ خیال رہے کہ ریکارڈنگ دس منٹ سے زیادہ نہ ہو۔ چھوٹے بچوں کے لیے تین سے پانچ منٹ کی ریکارڈنگ بھی کافی ہے۔ ٹیپ ریکارڈر سے سن کر خالی جگہ پُر کی جاسکتی ہے۔ تصویروں، جملوں، سوالوں کے جواب دیے جاسکتے ہیں۔ پرندوں اور جانوروں کی آوازیں سنا کر اِن کی پہچان کرائی جاسکتی ہے۔ اِس طرح مختلف موسیقی کے آلات وغیرہ سنائے جاسکتے ہیں۔ ایسی سرگرمیوں سے ذخیرۂ الفاظ، ادائیگی اور متبادل الفاظ کے استعمال کو بہتر بنانے میں مدد ملتی ہے۔ استاد کسی بھی موضوع پر ریکارڈ کی ہوئی بحث سنا کر طلبہ کو اِس پر تنقیدی گفتگو کرنے کو کہہ سکتا ہے۔ تفویضِ کار کے طور پر بچوں کو کہا جاسکتا ہے کہ رات کا خبر نامہ سنیں اور اہم باتیں نوٹ کر کے دوسرے دن کلاس میں پیش کریں۔

۱۰۔ مختلف سرگرمیاں بھی کرائی جاسکتی ہیں۔ استاد باری باری بچوں کو کسی کام کو کرنے کا حکم دے، مثلاً کتاب کھولو، اِدھر آؤ، تصویر بناؤ، اپنے بالوں کو چھوؤ، کانوں کو ہاتھ لگاؤ وغیرہ تاکہ بچوں کو سننے، یاد رکھنے اور اِن پر عمل کرنے کی عادت پڑ جائے۔ آواز میں تمیز کرنے کی سرگرمیاں مثلاً جانوروں اور پرندوں کی بولیاں، ذرائع نقل و حمل کی آوازیں، مختلف حرکات جیسے چلنا، دوڑنا، گرنا، گھسیٹنا وغیرہ میں فرق کی مشق بھی اِس لحاظ سے معاون ثابت ہوتی ہے۔

۱۱۔ املا (Dictation) بھی سماعت کا ایک اچھا ذریعہ ہے۔ لیکن اِس کے لیے بھی کچھ اصول طے کرنا ضروری ہیں۔ مثلاً املا کراتے وقت معلم ایک دفعہ بولے اور بار بار اُس کی وضاحت نہ کرے۔ طلبہ کو پہلے سے یہ ہدایات دے دی جائیں کہ دوبارہ نہیں بتایا جائے گا۔

۱۲۔ کہانی سنانا بھی ایک سرگرمی ہے۔ پھر سوالوں کی مدد سے اُس کی تفہیم کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ کہانی سنانے کے بعد کہانی کا انجام پوچھا جاسکتا ہے یا بچوں سے کہانی دہرانے کے لیے کہا جاسکتا ہے یا کہانی سناتے وقت درمیان میں معلم رک جائے اور طلبہ سے پوچھے کہ آپ کے خیال میں آگے کیا ہوگا؟ کہانی سنانے کے بعد استاد طلبہ سے اُن کی رائے جان سکتا ہے کہ اُنھیں کون سا کردار اچھا لگا اور کون سا بُرا؟ کس کردار سے ہمدردی ہوئی اور کس سے نفرت؟ پہیلیاں، نظمیں اور لطیفے سنانا بھی ایک دلچسپ سرگرمی ہے۔ مدرس طلبہ کو ترنم کے ساتھ نظم سنا کر اِس نظم میں نہ پڑھے جانے والے اشعار تلاش کرنے کو کہہ سکتا ہے۔

۱۳۔ انٹرویو بھی ایک اہم تکنیک ہے۔ اُستاد ایک طالب علم سے انٹرویو کرے اور دوسرے طلبہ غور سے سنتے رہیں اور پھر اپنے الفاظ میں اِس کا تعارف کرائیں۔ اِسی طرح معلم تصویر کے بارے میں ہدایات دے اور بچے اُس کو ہدایات کے مطابق مکمل کریں۔ مکالمے سن کر اُن کی نقل اور ادائیگی بھی معاون ثابت ہوتی ہے۔ مدرس طلبہ کو فعل ماضی، حال اور مستقبل کے جملے سنا کر بھی اِن کے مفہوم میں فرق بیان کرنے کو کہہ سکتا ہے۔

ب۔ تکلم (بولنا) کی تدریس:

تکلم کا لفظ کلام سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں بولنا یا بات چیت کرنا۔ کسی بھی زبان کی تدریس و تعلّم میں بولنے کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔ تکلم اور گویائی انسان کا خاص امتیاز ہے۔ بولنا لسانی نشوونما کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسی سے اظہارِ مدعا کا سلیقہ آتا ہے۔

ایک زبان کی دو شکلیں ہیں۔ ایک بول چال کی زبان اور دوسری تحریری زبان۔ اصل زبان تو بول چال کی زبان ہے۔تحریری زبان تو درحقیقت بول چال کی زبان کی نمائندہ ہے ۔ اسی لیے تقریر کو تحریر پر تقدم حاصل ہے۔ آج بھی دنیا میں بہت سی ایسی زبانیں ہیں جن کا رسم الخط نہیں ۔ اِس لیے کسی زبان میں اہلیت کا بڑا معیار اُس زبان میں بول چال کی صلاحیت پر عبور ہے ۔

زورِ کلام اور قوتِ اظہار بولنے ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ طلبہ کا تلفظ ،لب ولہجہ، روانی ،حسنِ بیان اور زورِ خطابت اِسی سے ممکن ہے ۔لفظوں اور مرکبات میں پائے جانے والے ابہام اِسی سے دور ہوتے ہیں۔ بولنے ہی سے صرفی اور نحوی اصولوں کا علم ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ زبان کی صحت ودرستی ،مافی الضمیر کے اظہار اور گفتگو میں روانی اور تسلسل کے لیے بولنے کی مشق بہت ضروری ہے ۔

تدریسِ تکلم تو اہلِ زبان کے بچوں کے لیے بھی ضروری ہے۔ تا کہ گلی محلے کی بولی کی بجائے غلطیوں سے پاک معیاری زبان سیکھیں۔ وہ بچے جن کے گھروں یا ماحول میں اُردو نہیں بولی جاتی، اُن کے لیے تدریسِ تکلم کی ضرورت اور بڑھ جاتی ہے۔ چونکہ ہمارے ہاں اِس لسانی مہارت کی طرف توجہ نہیں دی جاتی ،اس لیے بالخصوص دیہاتی علاقوں میں ثانوی درجے کے طلبہ بھی اُردو میں گفتگو کی ہمت نہیں کرتے۔

تجربات شاہد ہیں کہ ایک مہارت دوسری مہارت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جن بچوں کو سننے اور بولنے کی اچھی طرح مشقیں کرائی گئی ہوں ،وہ پڑھنا اور لکھنا جلد سیکھ لیتے ہیں۔

بولنے کے تین مدارج ہیں:

i۔معمولی بول چال ii۔صحیح گفتگو اور تقریر iii۔فصیح وبلیغ گفتگو اور تقریر۔'' [۲]

پہلے درجے کو تکلم اور آخری دو درجوں کو انشائے تقریری کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بالکل ابتدائی کلاسوں میں تو تدریس پہلے درجے تک ہی محدود ہوتی ہے اور طلبہ کی معمولی غلطیوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔لیکن بتدریج اوپر کے درجوں میں تصحیح کا عمل تیز تر ہوجاتا ہے۔

بولنے کی مہارت کی اہمیت کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ زبانی اور تقریری کام کو ابتدائی مدرسوں کے نصاب میں خاص اہمیت دی جائے اور زبانی اظہارِ خیال کو امتحانات کا لازمی جزو قرار دیا جائے۔ یہ امر خوش آئند ہے کہ نئ قومی نصابی دستاویز(۲۰۰۶ئ) میں تقریر وگفتگو کے عنصر کے ۲۵٪ نمبر مقرر کرکے اِسے شاملِ امتحان کرنے کی ہدایت کی گئی ہے [۳]۔

ذخیرۂ الفاظ میں وسعت اور معلومات میں اضافہ بولنے سے ہی ممکن ہے۔ بولنے کی صلاحیت سے طلبہ میں شعور وادراک، ارتکازِ توجہ، حاضر دماغی وغیرہ جیسی ذہنی اور نفسیاتی صلاحیتیں پروان چڑھتی ہیں۔ اِس سے وسعتِ خیال اور لطافتِ زبان کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے ۔تدریس کے بہت سے اعمال مثلاً عبارت کا مفہوم ومعانی، تشریح وتوضیح، محاورات و مرکبات کا استعمال، ذخیرۂ الفاظ کی توضیح بولنے ہی سے ممکن ہے ۔تکلم کی اِس اہمیت کے پیشِ نظر کسی بھی زبان کی تحصیل وتدریس میں بولنے کو بڑی اہمیت حاصل ہے ۔ بولنا سکھانے کا مقصد یہ ہے کہ بچے میں جرأتِ اظہار پیدا کی جائے اور ایسی فضا پیدا کی جائے کہ وہ بلاجھجک بول سکے ۔

ایک اچھے متکلم میں درج ذیل خصوصیات ہونی چاہئیں۔

۱۔ اُس کا تلفظ اور لہجہ درست ہو۔

۲۔ اُس کی گفتار میں روانی اور صفائی ہو۔
۳۔ گفتگو میں منطقی ربط اور تسلسل ہو۔
۴۔ حفظِ مراتب کا خیال رکھے اور سامعین، حالات اور موضوع کے مطابق الفاظ کا انتخاب کر سکے۔
۵۔ سوچ کر مناسب الفاظ میں بامعنی گفتگو کرے لیکن رفتار مناسب ہو، زیادہ توقف اور تاخیر نہ کرے۔
۶۔ خوداعتمادی سے بولے۔ اُس میں کسی قسم کی جھجک اور ہچکچاہٹ نہ ہو۔
۷۔ قواعد کا درست استعمال کرے۔
۸۔ مناسب جسمانی حرکات اور اعضائی اشارات کا استعمال کرے۔

ممتحن کو نمبر دیتے وقت بھی ادائیگی (تلفظ و لہجہ)، روانی، انتخابِ الفاظ، قواعد کی درستی، خوداعتمادی اور اندازِ گفتگو (جسمانی حرکات وغیرہ) کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

تدریسِ تکلم کے طریقے اور سرگرمیاں:

تدریسِ تکلم کے لیے مختلف تکنیکیں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً بات چیت، نظم خوانی اور گیت، داستان گوئی، تصاویر کا استعمال، تعلیمی کھیل، تمثیل کاری، گروہی بحث وغیرہ۔ اس کے لیے درج ذیل تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ بچوں سے اپنی پسند کے موضوعات مثلاً کھیل، کھلونے، غذا، لباس، پالتو جانوروں، پرندوں، گردوپیش کی اشیا اور روزمرہ کے واقعات ومشاہدات پر گفتگو کرائی جائے۔
۲۔ تصویر دکھا کر اِس سے متعلق گفتگو کرنے کو کہا جائے یا تصویری چارٹ دکھا کر کہانی بنانے کو کہا جائے۔
۳۔ مختلف اشیا کے بارے میں سوالات پوچھے جائیں۔
۴۔ بچہ اپنی پسند کی کوئی کہانی، لطیفہ، نظم وغیرہ سنائے۔
۵۔ مکالمہ بازی، تقریری مقابلہ، ڈرامہ وغیرہ کا انعقاد کیا جائے۔
۶۔ مختلف جانوروں، انسان وغیرہ کی آواز سنائی جائے اور اِن کی نقل کرنے کو کہا جائے۔
۷۔ اچھے شعر اور نثر پارے یاد کرائے جائیں۔ آواز کے اُتار چڑھاؤ اور روانی سے آگاہ کیا جائے۔ صحیح تلفظ اور لب ولہجہ سے بولنے والے بچوں کو انعامات دیے جائیں۔
۸۔ گروہوں میں تقسیم کر کے کسی موضوع پر مباحثہ کرایا جائے۔
۹۔ معلم ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں کی فہرست تیار کرے اور طلبہ کو تفویضِ کار کے طور پر یہ پروگرام دیکھنے کو کہا جائے اور اگلے دن اُن پر گفتگو کی جائے۔
۱۰۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن اگر مدرسے میں میسر ہو تو پروگرام دکھائے جائیں اور اُن پر گفتگو کی جائے۔ اِسی طرح کمپیوٹر پر کوئی مکالمہ یا فلم دکھا کر اُس پر بحث کی جاسکتی ہے اور اُس کے مکالموں کی نقل کرائی جاسکتی ہے۔

ذیل میں چند اہم سرگرمیوں پر قدرے تفصیل سے بات کی جاتی ہے۔

۱۔ غیر رسمی گفتگو:

ضروری ہے کہ جو زبان سکھائی جارہی ہے، اُسے صرف پڑھنے لکھنے کی زبان نہ بنایا جائے۔ بلکہ روزمرہ کے معاملات اور کمرۂ جماعت کی معمول کی زبان بنایا جائے۔ کمرۂ جماعت کا ماحول خوشگوار ہو اور حقیقی زندگی کا عکاس ہو۔ گفتگو کے

موضوعات بچے کے ماحول کی عام اشیا اور گردو نواح سے متعلق ہوں۔ مثلاً پانی ،آگ، پھل، پھول، کرسی ،میز، چار پائی ،بائیسکل وغیرہ۔ اِسی طرح اشخاص اور رشتہ دارمثلاً امی، ابو، چچا ،ماموں، استاد، کسان، قصاب، بڑھئی، قلی وغیرہ۔ جانوراور پرندے مثلاً بلی، کتا،گائے، بکری، گھوڑا، گدھا، ہاتھی، خرگوش وغیرہ اور پرندے مثلاً چڑیا، کبوتر،مرغی، بطخ، طوطا ،چیل وغیرہ۔ قدرتی مناظر میں دن،رات، سورج، چاند،ستارے،صبح،شام،گرمی ،سردی ،بادل ،دھوپ۔واقعات وتجربات میں میلہ، کسی مقام کی سیر،ریل کا سفر، بازار میں خریداری وغیرہ ۔مشاغل میں کرکٹ، ورزش، صبح کی سیر، ٹکٹیں جمع کرنا وغیرہ۔ ایسے موضوعات پر بچے اپنے تجربات ومشاہدات بیان کرسکتے ہیں اورمعلم سوالات کے ذریعے بھی معلومات اگلواسکتا ہے۔

۲۔ مکالمے:

دلچسپ موضوعات پر بچوں کا آپس میں یا مدرس کے ساتھ مکالمہ ہوسکتا ہے مثلاً چھٹی کا دن کیسے گزارا جائے؟ کھانے میں کیا کیا پسند ہے؟ وغیرہ

۳۔ڈرامہ اور رول پلے:

بچے فطرتاً ڈرامے کو پسند کرتے ہیں مثلاً گھوڑا بننا،نقل اُتارنا، مختلف پرندوں، جانوروں اور کھلونوں سے باتیں کرنا، اِس لیے بچے کوکوئی کردار دے کراُسے ادا کرنے کو کہا جاسکتا ہے ۔کسی کہانی یا منظر کو ڈرامائی انداز میں پیش کرنے سے بے تکلف بولنے کا سامان میسر آتا ہے۔

۴۔نظمیں اور گیت:

بچے قدرتی طور پر گیتوں کو پسند کرتے ہیں۔ اِس لیے گیت اورمترنم نظمیں ابتدائی نصاب کالازمی جز ہوتی ہیں۔معلم بچوں کے لیے سادہ نظموں کے مجموعے تیار کرے اور انھیں یاد کرنے اور گانے کو کہے ۔اگر مدرّس اِن گیتوں کے لیے مناسب اور دلکش لے بھی تیار کرلے تو بچوں کی دلچسپی اور بڑھ جائے گی۔

۵۔کہانی:

بچے فطرتاً کہانی سننا پسند کرتے ہیں۔ یہ تقریری کام کے لیے نہایت ہی دلچسپ اور مفید ذریعہ ہے ۔معلم بچوں کوکہانی سنا کراُسے اپنے لفظوں میں بیان کرنے کا کہہ سکتا ہے یا کہانی میں توقف کرکے اُسے پورا کرنے کا کہہ سکتا ہے۔ اِس طرح بچے اپنی تخیلاتی صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے اِسے مکمل کرتے ہیں۔بچوں سے اُن کی پسندیدہ کہانیاں بھی سنی جاسکتی ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کہانی کے مختلف حصے تحریری شکل میں بچوں میں تقسیم کردیے جائیں اور ہر طالب علم اپنا حصہ پڑھ کر سنائے اور باقی طلبہ اِن مختلف حصوں کو جوڑ کر پوری کہانی سنائیں۔ بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق پہیلیاں بھی پوچھی جاسکتی ہیں۔ قصہ گوئی میں اگر بچوں کی صحیح تربیت کی جائے تو وہ تخلیقی کہانیاں بھی پیش کرنے کے قابل ہوسکتے ہیں۔

اِس سلسلے میں تصویری کہانیوں سے بھی مدد لی جاسکتی ہے ۔پہلے معلم خودتصویر سے متعلق کہانی بنا کرسنائے اور آہستہ آہستہ بچوں میں یہ صلاحیت پیدا کردے کہ وہ تصویر دیکھ کر اِس کے اعمال واشخاص میں ربط پیدا کرسکیں اور تخیل کا سہارا لے کر ایک کہانی تیار کرسکیں۔ تصویروں کے انتخاب میں عمر اور درجے کا خیال رکھنا ضروری ہے۔مثلاً چھوٹے بچوں کے لیے ایسی تصاویر ہوں جن میں اشیا یااشخاص باآسانی نظر آئیں۔ تصاویر واضح اور جلی ہوں۔ ثانوی جماعت کے طلبہ کو

بولنا سکھانے کے لیے پڑھی ہوئی کتاب پر تبصرہ بھی کرایا جاسکتا ہے۔

۶۔کھیل:

کھیل بچوں کی فطرت کا خاصہ ہیں۔ اِس لیے چھوٹے بچوں کے لیے کھیل کھیل میں تعلیم کا تصور بہت اہمیت کا حامل ہے۔ بولنے کی مشق کے لیے بھی متعدد کھیلوں کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔ جس سے بچوں کی دلچسپی اور رغبت بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً دکان کا کھیل، چٹھی رساں کا کھیل، کہانیوں، نظموں اور لطیفوں کے کھیل وغیرہ۔ مقصد یہ ہے کہ مدرسے کی فضا کو اِس قدر موافق بنایا جائے کہ بچوں کو بلاتکلف اور بلاجھجک بولنے کے مواقع میسر آئیں۔

۷۔سوالات:

اُستاد سوالات کی تکنیک استعمال کرکے بچوں کی بولنے کی صلاحیتوں کو پروان چڑھاسکتا ہے۔ مثلاً جانوروں اور پرندوں کی ریکارڈ کی ہوئی آوازیں سنا کر اِن سے جانوروں اور پرندوں کے نام پوچھے جائیں۔ بچے آنکھیں بند کرلیں اور استاد کوئی چیز بجا کر پوچھے کہ کس چیز کی آواز ہے؟ مختلف چیزوں اور جگہوں کے نام پوچھے۔ سوالات کے ذریعے قمیض ،جوتے، قلم ،کتاب جیسی چیزوں کے نام پوچھے جاسکتے ہیں۔ مثلاً آپ کتابیں، کاپیاں کس میں رکھتے ہیں؟ اِسی طرح مختلف جگہوں، مسجد، پارک، بازار کے نام پوچھے جاسکتے ہیں۔ مثلاً ہم نماز کے لیے کہاں جاتے ہیں؟ تصویر دکھا کر اُس سے متعلق سوالات کیے جاسکتے ہیں۔ اِسی طرح متضاد و مترادف الفاظ کی تکنیک استعمال کی جاسکتی ہے مثلاً ایک بچہ یا اُستاد ایک لفظ بولے اور دوسرا بچہ اُس کا مترادف یا متضاد بتائے۔

ہر زبان سیکھنے میں تھوڑی بہت عضوی اور ذہنی محنت ضروری ہے۔ چاہے مادری زبان ہی کیوں نہ ہو۔ بچے جب اپنی مادری زبان سیکھتے ہیں تو اُس میں بھی اُن سے لغزشیں ہوتی ہیں۔ جن کو وہ اِرد گرد کے ماحول سے بتدریج درست کرتے ہیں۔ بچہ تحصیلِ زبان میں جن منازل سے گزرتا ہے، اِن میں بہت سی عضویاتی اور نفسیاتی پیچیدگیاں ہوتی ہیں۔ مثلاً تلفظ اور لہجے کا درست نہ ہونا، آواز کی بلندی اور رفتار کا موزوں نہ ہونا، ہچکچاہٹ، لکنت، تکرار، مناسب جسمانی حرکات کے بجائے بے حس وحرکت کھڑا رہنے جیسے نقائص عام ہیں۔ اِن نقائص کو دور کرنے کے لیے معلم کی خصوصی توجہ اور ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔

اِسی طرح '' ذہنی تکان، ناگوار احساسات، احساسِ کمتری، خطائیں، لاشعوری اثرات، خوف، غضب، کوئی انتہائی جذبہ، جھجک، غلط عادات''[۴] بولنے کے عمل میں خلل پیدا کرنے والے عوامل ہیں۔ اِس کے علاوہ انفرادی اختلافات ،طبقاتی تفاوت، سماج اور مدرسے کا ماحول، جنسی اختلافات، جسمانی صحت، فطری صلاحیتیں وغیرہ جیسے عوامل بھی زبان کی تحصیل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ معلم کو اِن تمام اسباب وعلل سے آگاہ ہونا ضروری ہے، تاکہ وہ اِن عیوب ونقائص کی تشخیص اور اِن کے تدارک کا اہتمام کرسکے۔

اُردو کی موثر اور معیاری تدریس کے لیے ضروری ہے کہ بچوں کو ابتدائی عمر ہی سے قومی زبان میں صحیح اور بامحاورہ بول چال کی تربیت کے لیے شعوری کوشش کی جائے اور تلفظ اور لب ولہجے کی طرف توجہ دی جائے۔

درست بولنا سکھانے میں مدرّس کا بڑا کردار ہے۔ معلم کی توجہ، دلچسپی اور محنت سے ہی بچوں میں درست بولنے کی اہلیت پیدا ہوسکتی ہے۔ معلم اپنے آپ کو نمونے کے طور پر پیش کرے اور مثالی اور معیاری تلفظ ولب ولہجہ اور اندازِ گفتگو اختیار کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ معلم کے الفاظ اور گفتگو طلبہ کے لیے سند ہوتے ہیں اور معلم کے تلفظ اور لب ولہجہ کی کمزوریاں بچوں کے ذہنوں میں رچ بس جاتی ہیں اور پھر اُن کا ازالہ مشکل ہوجاتا ہے۔

عام بول چال کے ساتھ آدابِ گفتگو اور تہذیبی کلمات کا عملی استعمال بھی سکھایا جائے۔ مثلاً السلام علیکم ، جناب، صاحب،شکریہ،تشریف رکھیے وغیرہ۔ کیونکہ تحصیلِ زبان کا ایک بڑا مقصد آدابِ زندگی بھی سیکھنا ہے۔

آوازوں کی تفہیم کے بعد کا مرحلہ نقل اتارنا اور نقل کے بعد تکرار اور مشق ہے۔ دہرائی اور تکرار،زبان سیکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور اِس سے تعلّم میں پختگی آتی ہے۔ اِس لیے اِسے باقاعدہ تدریس کا حصہ بنایا جائے۔ دورانِ گفتگو بچوں کو ٹوکنا نہیں چاہیے۔ اِس سے بچوں میں ہچکچاہٹ پیدا ہوتی ہے۔ گفتگو کے دوران طلبہ کی غلطیاں معلم نوٹ کرتا جائے اورآخر میں اِن کی تصحیح کرے۔ ایک تکلم کے سبق کے تینوں مراحل یعنی ابتدائی (Presentation Stage) ،وسطی (Practice Stage) اور آخری (Production Stage) میں پوری منصوبہ بندی سے عمل کیا جائے تاکہ مطلوبہ نتائج حاصل ہوں۔

لہجہ:

تلفظ کے ساتھ لہجہ حسنِ بیان کا دوسرا اہم عنصر ہے۔ گفتار کی حلاوت، تلفظ کی صحت اور لہجے کی نجابت سے پیدا ہوتی ہے۔ لہجے کے اُتار چڑھاؤ اور زیر وبم سے کلام میں خوشنمائی اور آہنگ پیدا ہوتا ہے۔ یہ لفظ کو نئے معنی عطا کرتا اور نئی توانائی اور رنگ بخشتا ہے۔ جہاں صفات واعراب اور صحیح مخرج کا علم ضروری ہے، وہاں یہ جاننا بھی لازم ہے کہ الفاظ تراکیب اور جملوں کو کیسے منظم کیا جاتا ہے۔ بول چال میں لہجے کی بہت اہمیت ہے۔ بولنے والے کا مفہوم صرف الفاظ کے معنی تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اِس کی معنویت ، لہجے کی نرمی و کرختگی،زور، تاکید، آہنگ، تغیر لحن،سُر،تان ، اتصال، طول ،اندازِ گفتگو اور رفتارِ گفتگو میں پنہاں ہوتی ہے۔ کلام کے معنی صدائی کیفیات، لب ولہجہ، آہنگ، سُر، زیر وبم اور مخصوص کلموں پر زور یا تاکید سے اُبھرتے ہیں۔

لہجہ بدلنے سے کبھی استفسار، کبھی نفی، کبھی اثبات اور کبھی تاکید کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہیں۔ ایک ہی جملے کا بیانیہ لہجہ الگ ہوگا، منفی الگ، استفہامیہ، فجائیہ اور دعائیہ لہجے جدا ہوں گے۔ خوشی، غم، حیرت، استفہام، ندا اور دعا کا اظہار لب ولہجہ کے اُتار چڑھاؤ سے ہی کیا جاتا ہے۔ آوازوں کے زیر وبم، زور اور تاکید اور صوتِ رکن کی مقدار مفہوم بدل دیتی ہے۔ لہجہ، تلفظ ،آواز کے زیر وبم کا نام ہے۔ جو کسی لفظ یا جملے کے حصے کو زیادہ طول دینے یا ایک حصے پر کم اور کسی پر زیادہ زور دینے سے پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً یکسانیت (یک+سا+نیت) کے لفظ پر یکساں اعراب ہونے کے باوجود تین طریقوں سے ادا کیا جاتا ہے۔ فرض کریں ایک شخص یک پر ،دوسرا سا پر اور تیسرا نیت پر زیادہ زور دے تو اِس طرح تین لہجے ہوجائیں گے۔ لیکن اِن میں معیاری اور ٹکسالی لہجہ وہ ہوگا جو فصحا کی زبان ہے۔

ہر زبان میں قطعاتی صوتیوں (Segmental Phonemes) کے استعمال کی خصوصیات منفرد ہوتی ہیں۔ مثلاً چینی زبان میں تان (Tone) کو نہ صرف معنوی بلکہ صوتیاتی اہمیت حاصل ہے۔ اِسی طرح انگریزی زبان میں زور (Stress) اور عربی زبان میں طوالت (Length) نمایاں طور پر زبان کے صوتی نظام میں اہم کردار ادا کرتی ہے ۵۔

اِس لیے ضروری ہے کہ اُستاد زبان کی اصوات کو اُن کی ساخت ،ادائیگی اور اُن کی امتیازی معنویت کے ساتھ پیش کرے۔ اِس کے لیے معلم کا لہجہ اور تلفظ کا معیاری ہونا ضروری ہے۔

لہجے کا اختلاف زمینی ساخت اور آب وہوا کے علاوہ خطے میں بولی جانے والی زبانوں اور بولیوں پر منحصر ہے۔ لب

ولہجہ پر مادری زبان کی صوتی عادات اوراعضائے نطق کی اکتسابی حالت اثر انداز ہوتی ہے ۔

کسی بھی لسانی خطے کا فرد جب کوئی ثانوی زبان بولتا ہے تو وہ غیر شعوری طور پر اپنے علاقائی لہجے میں ادائیگی پر مجبور ہوتا ہے۔اِس لیے کہ مادری زبان کا صوتی نظام اُس کے تحت الشعور میں رچا بسا ہوتا ہے،جس کی وجہ سے وہ مادری زبان اور تلفظ و لہجہ استعمال کرتا ہے ۔اُردو کی بھی یہی کیفیت ہے اِسی لہجے کی اختلاف کی بنیاد پر پنجابی اُردو، میسوری اُردو، مدراسی اُردو وغیرہ جیسے نام دیے گئے ،جو یو پی کی معیاری اُردو سے مختلف تھے ۔

پاکستانی تناظر میں دیکھیں تو ایک شخص چاہے درست تلفظ سے اُردو بول رہا ہوتو ہم اُس کے لہجے سے پنجابی، سندھی، پشتون یا بلوچی ہونے کا قیاس کر لیتے ہیں۔مزید یہ تقسیم علاقائی سطح تک ہی آجاتی ہے ۔مثلاً پنجاب میں ہندکو، پوٹھوہاری، سرائیکی اور ماجھی لہجے کو آسانی سے پہچانا جاسکتا ہے۔اِن بولیوں کی صوتی علامات وقواعد کا اثر متکلم کی اُردو زبان پر بھی پڑتا ہے۔تاہم ہزار اختلافات کے باوجود ایک معیاری تلفظ اور لہجے کی ضرورت ہے جو علمی، ادبی حلقوں میں مسلم ہو ۔ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کے مطابق ''اُردو میں لہجے کی تین صوتی سطحیں ہیں:خفی، میانہ اور جلی ۔'' [۶] اُن کے بقول:

اُردو میں بیانیہ اور استفہامیہ جملے عموماً میانہ لہجے سے شروع ہوتے ہیں۔لیکن جس خاص مفہوم کی وضاحت مطلوب ہو اِس سے متعلق لفظ پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔مثال کے طور پر مندرجہ ذیل مثالیں ملاحظہ ہوں:

کیا ۲ آپ ۳ کتاب لینے بازار گئے تھے ۱ ۔
کیا ۲ آپ کتاب ۳ لینے بازار گئے تھے ۱ ۔
کیا ۲ آپ کتاب لینے ۳ بازار گئے تھے ۱ ۔
کیا ۲ آپ کتاب لینے بازار ۳ گئے تھے ۱ ۔

پہلے جملے میں لفظ آپ کو،دوسرے میں کتاب کو،تیسرے میں لینے کواور چوتھے میں بازار کو جلی لہجے میں ادا کیا گیا ہے۔اور ایسا کرنے سے ہر بار جملے کا مفہوم تبدیل ہوگیا ہے ۔ [۷]

لب ولہجہ کی ہلکی سی تبدیلی اور اتار چڑھاؤ سے ایک ہی ترکیب بلکہ ایک ہی لفظ کے معنی اور اس کے تاثر میں خاصا فرق پڑ جاتا ہے۔مثال کے طور پر ذیل کے مکالمے پرغور کریں

۱۔ کیا کر رہے ہیں جناب؟

۲۔ پڑھائی ۔

۳۔ پڑھائی؟ یا پڑھائی!

(۲) اور (۳) میں ایک ہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ (۲) میں اِس کی حیثیت محض بیانیہ ہے(۳) میں لہجے کی اِس کی حیثیت استفہامیہ بھی ہوسکتی ہے اور استعجابیہ بھی۔استجابی تناظر میں تحسین کا پہلو بھی ہوسکتا ہے اورتحقیر یا طنز کا پہلو بھی۔اِس طرح لہجے کی تبدیلی سے ایک لفظ مختلف تاثرات پیدا کرسکتا ہے ۔ڈاکٹرمحبوب عالم نے بھی ڈائیگرام کے ذریعے لہجے کے اُتار چڑھاؤ کی چند مثالیں دی ہیں۔ [۸] ممتاز احمد عباسی نے اپنی تصنیف حسنِ تلفظ میں لہجہ تلفظ کے زیر وبم میں زور لہجہ (Stress)کے تین مدارج بیان کیے ہیں۔اصلی زور، ثانوی زور اور اسمی زوراور اِن کی علامات دی ہیں۔

اصلی زور(طویل آہنگ) کے لیے + یا طا ،ثانوی زور(قصیر آہنگ) کے لیے ÷ یا ق اور اسمی زور (خفیف آہنگ)کے لیے - یا خ کا نشان دیا ہے ۔اُن کے مطابق ''آہنگِ طویل دو یا تین ماتروں کے برابر وقت

لینے والی آواز، آہنگِ قصیر ایک ماترے کے برابر وقت لینے کی آواز، اور آہنگِ خفیف تقریباً نصف ماترے کے برابر وقت لینے کی آواز ہے۔" [9]

انھوں نے لہجے کے زیر و بم کے چھ اصول بھی بیان کیے ہیں۔ اُن کے مطابق :

اُردو الفاظ کے لہجۂ تلفظ میں اصلی زورِ لہجہ کا مقام درج ذیل اصولوں میں سے کسی ایک کا ضرور پابند ہوتا ہے۔

اُصول نمبر ۱: جب کسی دو رکنی یا سہ رکنی لفظ کا صرف ایک ہی جز آہنگِ طویل کا مظہر ہو تو لہجے کا اصلی زور قدرتاً اسی جز پر آجاتا ہے۔

لفظ	مروجہ لہجۂ تلفظ	متعلقہ رکنِ عروضی کا معیاری لہجہ	بنیادی آوازوں کی ترتیب
کھٹاس	کھَ ÷ٹا+س -	فَ ÷عُو+ل□-	ق طا خ
پندرہ	پَن+د□-رَ ÷	فا+ع□-لُ ÷	طا خ ق

اُصول نمبر ۲: جب کسی سہ رکنی لفظ کا درمیانی جُز آہنگِ طویل کا مظہر ہو تو لہجے کا اصلی زور قدرتاً درمیانی جز پر ہی آجاتا ہے۔

لفظ	مروجہ لہجۂ تلفظ	متعلقہ رکنِ عروضی کا معیاری لہجہ	بنیادی آوازوں کی ترتیب
ادھار	اُ÷دھا+ر□-	فَ ÷عُو+ل□-	ق طا خ
مہینہ	مَ÷ہی+نَ-	فَ ÷عُو+لُ-	ق طا ق

اُصول نمبر ۳: جب کسی دو رکنی یا سہ رکنی لفظ کا کوئی جز بھی آہنگ طویل کا مظہر نہ ہو تو لہجے کا اصلی زور قدرتاً اس کے آخری جز پر منتقل ہوجاتا ہے۔

لفظ	مروجہ لہجۂ تلفظ	متعلقہ رکنِ عروضی کا معیاری لہجہ	بنیادی آوازوں کی ترتیب
صلہ	صِ÷لَ÷	فَ÷عِ÷	ق ق
طلبہ	طَ÷ل÷بَ÷	فَ÷عِ÷ل÷	ق ق ق

اُصول نمبر ۴: جب کسی لفظ کا صرف پہلا اور آخری جز آہنگِ طویل کا مظہر ہو تو لہجے کا اصلی زور قدرتاً پہلے جز پر آجاتا ہے۔

لفظ	مروجہ لہجۂ تلفظ	متعلقہ رکنِ عروضی کا معیاری لہجہ	بنیادی آوازوں کی ترتیب
پنکھڑی	پَن+کھ÷ڑی+	فا+عِ÷لُن+	طا ق طا
بارہ دری	با+رَ÷دَ÷ری+	مُف+تَ÷عِ÷لُن+	طا ق ق طا

اُصول نمبر ۵: جب کسی لفظ کے اجزائے ترکیبی کی تعداد چار یا چار سے زیادہ ہو تو لہجے کا اصلی زور قدرتاً ایسے جز پر منتقل ہوجاتا ہے جو اُس لفظ کا آخری جز تو نہ ہو لیکن آخری جز سے قریب ترین آہنگِ طویل کا مظہر ہو۔

لفظ	مروجہ لہجۂ تلفظ	متعلقہ رکنِ عروضی کا معیاری لہجہ	بنیادی آوازوں کی ترتیب
نظریہ	نَ÷ظَ÷ری+ی÷	ف÷عِ÷لا+تُ÷	ق ق طا ق
فریفتہ	فَ÷رے+ف□-تَ÷	مُ÷فا+ع□-لُ÷	ق طا خ ق

اُصول نمبر ۶: فِعلُن اور فاعلن کے وزن پر آنے والے الفاظ کا مروجہ لہجہ درجِ ذیل شرائط کا پابند ہوتا ہے:

ا: پہلے اور آخری جز میں سے جس جز کے حرفِ ساکن کی آواز میں نمایاں ہوجانے کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے۔ لہجے کا اصلی زور اُسی جز پر صرف کیا جاتا ہے۔

لفظ	مروجہ لہجہ
پنڈت	پَن+ڈِت-
بچپن	بَچ-پَن+

ب: اگر مذکورہ صلاحیت دونوں اجز کے حرفِ ساکن میں مساوی ہو تو لہجے کا اصلی زور پہلے پر ہوگا۔

لفظ	مروجہ لہجہ
کندن	کُن+دَن÷

ج: اگر مذکورہ صلاحیت دونوں اجزا میں سے کسی کے حرفِ ساکن میں موجود نہ ہو تو لہجے کا اصلی زور آخری جز پر ہوگا۔

لفظ	مروجہ لہجہ
بلبل	بُل-بُل+
مرمر	مَر- مَر+ [10]

ڈاکٹر گیان چند کے مطابق:

اُردو الفاظ میں بل(Stress) صوتِ رکن کے طول سے متعلق ہے۔اِس اعتبار سے اِس کی تین قسمیں کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ ایک ماترا کا رکن۔مثلاً اِدھر، جدھر کا پہلا رکن۔

۲۔ دو ماترا کا رکن۔مثلاً اِس ،جس، اوّل اور کوّا کا پہلا رکن، آ، جا۔

۳۔ تین ماتراؤں کا رکن۔مثلاً آم، نام، راست،امن، دست،ناؤ وغیرہ۔[11]

ہمارے ہاں اِس طرح کی کوئی لغت نہیں جس میں لہجے کے لحاظ سے رہنمائی کی گئی ہو۔آکسفورڈ ڈکشنری میں بڑے التزام کے ساتھ ہر لفظ کا لہجہ مختص کیا گیا ہے ۔ضرورت اِس امر کی ہے کہ آکسفورڈ ڈکشنری کی تقلید میں اُردو کے صوتی نظام کا تعین کر کے ساتھ اِس طرح کی لغت ترتیب دی جائے۔ جو ایک معیاری زبان کی ادائیگی کی بنیادی ضرورت ہے ۔

ہم اپنے خیالات ،احساسات، جذبات اور مہارتوں کا ابلاغ تقریر وتحریر کے ساتھ جسمانی کیفیت اور اعضائی اشارات سے بھی کرتے ہیں ۔الفاظ کے اخراج اور اِن کی ادائیگی کے ساتھ اشارات و کنایات ،چہرے کی بناوٹ، طرزِ گفتگو، لب ولہجہ، ہماری حرکات، ہمارا اندازِ گفتگو، الفاظ کا اُتار چڑھاؤ، تان ،پیچ، چہرے کے تاثرات وغیرہ ہمارے پیغام کا ابلاغ کرتے ہیں۔ یہ اشارات تدریسی نقطۂ نظر سے بھی اہم ہیں۔اساتذہ تصورات کی تفہیم کے لیے لفظی ومعنوی دونوں طرح کے ابلاغ استعمال کرسکتے ہیں۔آنکھ، چہرے کے تاثرات، جسمانی حرکات،آواز کی پیچ، استاد اور شاگرد کے درمیان کا فاصلہ، تدریس تکلم میں اہمیت کے حامل ہیں۔

ناپسندیدہ غیرارادی حرکات مثلاً آنکھیں ملنا، سر کھجانا، ہونٹوں پر زبان پھیرنا، ناک میں انگلی دینا، انگلیوں کے پٹاخے نکالنا، بے ڈھنگے طریقے سے بازو پھیلانا یا بند کرنا، باتیں کرتے ہوئے آنکھیں بند کرلینا متعلقہ فرد کی شخصیت کے کمزور پہلو کی غمازی کرتی ہیں۔ اِسی طرح بے حس وحرکت ہونا بھی ابنارمل ہونے کی علامت ہے ۔

اگرچہ ابلاغ میں جسمانی حرکات اور اشارات کی اہمیت مسلم ہے لیکن عمومی طور پر ہم انھیں نظر انداز کردیتے ہیں۔مہذب معاشروں میں تو جسمانی ابلاغ (Body Language) کی باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے ۔ اِس لیے ہمیں تدریسِ تکلم کے وقت اِس پہلو کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے تاکہ ہمارے طلبہ کا تکلم پُرکشش اورمتاثر کن ہو۔

تعلیمی تحقیقات ،جسمانی ابلاغ (Non-verbal Communication) کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں۔ حال ہی میں محمد نعیم بٹ نے اپنی پی ایچ۔ ڈی کی تحقیق میں تدریس میں جسمانی ابلاغ کی اہمیت کو ثابت کیا ہے۔اور جسمانی ابلاغ کی مہارت کو اساتذہ کے پیشہ وارانہ تربیت کے نصاب میں شامل کرنے کی سفارش کی ہے۔ [۱۲]

حوالہ جات

۱۔ **Tajammal Hussain Shah, Constructive Approach to Development of Criteria for Selection of contents for Teaching English in Secondary School (Class IX-X), Unpublished Ph.D Thesis (Edu), National University of Modern Languages Islamabad, 2007, P.237.**

۲۔ سلیم فارانی،ڈاکٹر،اُردو زبان کی تعلیم، ادارہ مطبوعاتِ فارانی، لاہور، ۲۰۰۰ئ،ص ۸۳،۴

۳۔ قومی نصاب برائے اُردو (لازمی) ،پہلی تا بارھویں جماعت،حکومت پاکستان، وزارتِ تعلیم، اسلام آباد، ۲۰۰۶ئ،ص ۹۳

۴۔ سلیم فارانی،ڈاکٹر،اُردو زبان کی تعلیم،ص ۲۷۳

۵۔ محبوب عالم خان ،ڈاکٹر، اُردو کا صوتی نظام، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان، ۱۹۹۷ئ،ص ۱۳۲

۶۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر،مشمولہ اُردو املا وقواعد(مسائل و مباحث)، مرتبہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۹۰،ص ۱۰۷

۷۔ ایضاً،ص ۱۰۷۔۱۰۸

۸۔ محبوب عالم خان، ڈاکٹر، اُردو کا صوتی نظام،ص ۱۴۷۔۱۵۰

۹۔ ممتاز احمد عباسی، حسنِ تلفظ،عباسی لیتھو آرٹ پریس، شاہراہ لیاقت کراچی، ۱۹۷۲ئ،ص ۱۰،۶۰

۱۰۔ ایضاً،ص ۵۹۔۶۴

۱۱۔ گیان چند، ڈاکٹر، عام لسانیات،ترقی اُردو بیورو،نئی دہلی، ۱۹۸۵ء،ص ۱۴۷

۱۲۔ **Muhammad Naeem Butt, Impact of Non-verbal Communication on Students' Learning outcames, unpublished Ph.D Thesis (Edu) Sarhad University of Science and Information Technology, Peshawar, 2011.**